تحریک جدید کے تمام مطالبات قرآن مجید کے پیش کردہ مطالبہ جہاد کی ہی مختلف شقیں ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸؍ اکتوبر ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے جہاد اور مجاہدہ کرو۔

☆ بدیوں کو ترک کر کے اور نیکیوں کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اُمیدوار بن جاؤ۔

☆ ساری عزتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتی ہیں وہی تمام عزتوں کا سرچشمہ ہے۔

☆ وقف زندگی بھی مجاہدہ کی ایک قسم ہے۔

☆ ہمارے مربی، معلّم اور انسپکٹر صاحبان جو سال کے چھ سات ماہ سفر میں رہتے ہیں یہ بھی مجاہدہ ہے۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور پُر نور نے یہ دو آیہ کریمہ پڑھیں:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (الصّف:۱۱، ۱۲)

اور پھر فرمایا:۔

آج میں تحریک جدید کے سال نو کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ مالی قربانیوں کے لحاظ سے تحریک جدید کے اس وقت تین حصے ہیں اور وہ تین دفتر کہلاتے ہیں۔ دفتر اوّل، دفتر دوم اور دفتر سوم، دفتر اوّل کا بتیسواں سال جارہا ہے۔ دفتر دوم کا بائیسواں سال جارہا ہے۔ اور دفتر سوم کا پہلا سال جارہا ہے۔ تحریک جدید کے بہت سے مطالبات ہیں۔ جن کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۹۳۴ء میں پانچ چھ خطبات دیئے۔ اگر آپ ان خطبات کا مطالعہ کریں تو آپ جان لیں گے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذہن میں ایک نہایت ہی اہم اور دور رس سکیم تھی۔ جس کی اہمیت بتاتے ہوئے بھی حضور نے غالباً دو یا اس سے زائد خطبات دیئے تھے میں نے گزشتہ دنوں ان خطبات کو دوبارہ پڑھا اور ان پر غور کیا تو میری توجہ اس طرف گئی کہ تمام مطالبات جو تحریک جدید کے ضمن میں اس سکیم کے ماتحت آپ نے جماعت احمدیہ سے کئے ہیں۔ وہ سارے کے سارے قرآن مجید کے پیش کردہ مطالبہ جہاد کی مختلف شقیں ہیں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اے وہ لوگو! جو دعوے کرتے ہو کہ ہم خدا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس تعلیم پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی طرف لائے ہیں۔ ایمان لاتے ہیں۔ آؤ

میں ایسی تجارت کی نشان دہی کروں کہ اگر تم یہ سودا اپنے رب سے کر لو۔ تو تم اس عـذاب الیم سے بچ جاؤ گے، جو ان لوگوں کے لئے مقدر ہے جو اس قسم کا سودا اور اس قسم کی تجارت اپنے پیدا کرنے والے سے نہیں کرتے فرمایا۔ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ایک تو یہ کہ تم اپنے دل اور زبان اور اپنی کوششوں سے یہ ثابت کرو کہ تم واقعہ میں ایمان لائے ہو۔ یہ تمہارا محض ایک کھوکھلا اور زبانی دعویٰ ہی نہیں ہے۔

اور اس کے ساتھ یہ کہ تُـجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تم اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے جہاد اور مجاہدہ کرو۔

سبیل اس راہ کو کہتے ہیں جو کسی خاص جگہ پر پہنچانے والی ہو۔ تو سبیل اللہ وہ راستہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔ وہ راہ جو خدا تعالیٰ کا مقرب بنا دیتی ہے۔ وہ راہ جو خدا کی رضا کے حصول میں مدد و معاون ہے وہ راہ جس کے آخر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت انسان کو مل جاتی ہے۔ اور پھر انسان بھی اپنے تمام دل، اپنی تمام روح اور اپنے تمام حواس کے ساتھ اپنے مولے سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ بلکہ اس کے روئیں روئیں سے اپنے رب کی محبت پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہوتی ہے۔ تو اس آیت میں یہ فرمایا کہ جس تجارت کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں اور جس کی طرف تمہاری راہنمائی کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کے لئے اپنی جانوں کو مجاہدہ میں ڈالو۔ اور تمہارا یہ مجاہدہ اور تمہارا یہ جہاد اموال کے ذریعہ سے بھی ہو۔ اور تمہارے نفوس کے ذریعہ سے بھی ہو ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور اگر تمہیں حقیقت کا علم ہو جائے تو تم سمجھ جاؤ کہ دراصل اسی چیز میں تمہاری بھلائی ہے۔

اس خَيْرٌ لَّكُمْ کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ آیت ۲۱۹ میں یوں فرمائی ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے مجاہدہ کیا اس رنگ میں کہ انہوں نے خواہشات نفسانی کو خدا تعالیٰ کی خاطر چھوڑا۔ اس رنگ میں کہ انہوں نے اپنے پیدا کرنے والے کی خوشنودی کے حصول کے لئے گناہوں سے اجتناب کیا۔ (هَاجَرُوْا) اور انہوں نے اپنے ماحول، اپنے املاک (اپنی جائدادوں) اپنے کنبہ اور اپنے شہر اور اپنے علاقہ کو خدا تعالیٰ کی خاطر ترک کیا۔ اور خدا تعالیٰ کی رضاء کی

خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے گئے۔ وَجَاهَدُوْا اور انہوں نے خدا تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لئے نیکی کے راستوں پر شوق اور بشاشت کے ساتھ قدم مارا۔ اُولٰئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ یہی وہ لوگ ہیں جو امید رکھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت انہیں حاصل ہو جائے گی۔

اُولٰئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھ سکتے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت انہیں ضرور مل جائے گی۔ پھر اس کا مطلب یہ بھی ہوا کہ جو شخص بدیوں کو ترک نہیں کرتا اور نیکیوں کو اختیار نہیں کرتا۔ وہ یہ امید نہیں رکھ سکتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے رحمت کے ساتھ سلوک کرے گا۔ یہ امید کہ میرا رب میرے ساتھ رحمت کا سلوک کرے گا وہی رکھ سکتا ہے جو بدیوں کو ترک کرتا اور نیکی کی راہوں کو اختیار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا کہ جب تم بدیوں کو ترک کر کے اور نیکیوں کو اختیار کر کے میری رحمت کے امیدوار بن جاؤ گے تو پھر میں اپنے فضل کے ساتھ حقیقتاً اور واقعتاً تمہیں اپنی رحمت عطا کر دوں گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ میں فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۫ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ (المائدہ:۵۵)

فرمایا کہ بعض انسان تو ایمان لانے کے بعد ارتداد اختیار کر جاتے ہیں اور بعض ایمان لاتے اور پھر پختگی اور استقلال اور فدائیت کے ساتھ اس پر قائم ہو جاتے ہیں۔

وہ لوگ جو استقلال کے ساتھ نیکیوں پر مداومت اختیار کرتے ہیں۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ کہ وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے اور اس کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مومنوں پر شفقت کرنے والے ہیں (ہر مومن تمام دوسرے مومنوں کے آگے بچھتا چلا جاتا ہے)

یہ وہ لوگ ہیں اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ جو کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں۔ جب کافر اچھے لوہے کی

تلواریں لے کر ان کے مقابلہ پر آتے ہیں تو ان کی ٹوٹی ہوئی خراب اور نا قابل اعتبار لوہے کی بنی ہوئیں تلواریں بھی ان کافروں کی تلواروں کے مقابلہ میں محض خدا تعالیٰ کے فضل سے عملاً سخت نظر آتی ہیں۔ کیونکہ ان کی کاٹ زیادہ نظر آتی ہے۔ اسی طرح جب یہ لوگ دلائل حقہ کے ساتھ کافروں کے باطل عقائد اور ان باطل عقائد کے حق میں باطل دلائل کا مقابلہ کرتے ہیں تو ان کے منہ بند کر دیتے ہیں اور جب کافر لوگ مختلف قسم کی رسوم اور بدعات کے ذریعہ اور مختلف قسم کی لالچ دے کر ان کو راہ صداقت سے ہٹانا چاہتے ہیں تو یہ لوگ ان کا اثر قبول نہیں کرتے (اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ)

فرمایا کہ ہم جو ایسے گروہ سے محبت کا سلوک کرتے ہیں تو اسی لئے کہ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی پوری طاقت اور پوری قوت اور اپنے پورے وسائل اور تمام تدابیر خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اس کے راستہ میں مجاہدہ کرنے والے ہوتے ہیں۔

وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ اور کسی موقع پر بھی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف ان کے دل میں پیدا نہیں ہوتا وہ یہ نہیں خیال کرتے کہ ہماری برادری کیا کہے گی وہ صرف یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا رب کیا کہے گا۔ ان کے دلوں میں یہ خوف پیدا نہیں ہوتا کہ جس ماحول میں ہم رہ رہے ہیں اس میں ہم نے خدا کے بتائے ہوئے طریق کے خلاف رسوم کو ادا نہ کیا۔ تو ہمارا ناک کٹ جائے گا کیونکہ وہ اس یقین پر قائم ہوتے ہیں کہ ناک کٹنا یا ناک کا رکھنا محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے اور ساری عزتیں اسی کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔

وہی تمام عزتوں کا سرچشمہ ہے تو فرمایا وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ پہلے فرمایا تھا کہ تم امید رکھ سکتے ہو کہ پھر تمہارا خدا تم سے محبت کرنے لگے گا۔ اب یہاں یہ وضاحت کی کہ اللہ تعالیٰ جو ان سے عملاً محبت کرنے لگ جاتا ہے تو وہ اس وجہ سے نہیں کہ انہوں نے بظاہر بدیوں کو چھوڑا اور بظاہر نیکیوں کو اختیار کیا بلکہ چونکہ ہر انسان کے اعمال اور خیالات میں کچھ چھپی ہوئی بُرائیاں اور کمزوریاں رہ جاتی ہیں اس لئے کوئی شخص یہ امید نہیں رکھ سکتا۔ اور نہ ہی اسلامی تعلیم کے مطابق اسے ایسی امید رکھنی چاہئے کہ وہ محض اپنے اعمال یا اچھے خیالات یا اچھی زبان کے نتیجہ میں خدا کے قرب اور اس کی رضا کو ضرور حاصل کرے گا یہ تو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔

یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ اور وہ اپنی محبت کی خلعت سے صرف اسے ہی نوازتا ہے۔ جو اس کی نگاہ میں پسندیدہ ہوتا ہے۔ (مَنْ یَّشَآءُ)

اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک اور بات بھی بتائی وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ چونکہ اللہ تعالیٰ علم غیب رکھتا ہے اس لئے جب وہ چاہتا ہے۔ اپنی صفت وَاسِعٌ کا اظہار کرتا ہے۔

پس یہاں یہ امید دلائی کہ یہ مقام قرب ورضاء جس کی طرف یہ آیت اشارہ کر رہی ہے اس کی کوئی انتہاء نہیں۔ ہر مقام قرب کے بعد قرب کا ایک اور مقام بھی ہے۔ کیونکہ انسان کسی شکل میں ہی کیوں نہ ہو۔ اس مادی دنیا میں مادی جسم کے ساتھ یا اس اُخروی زندگی میں ایک روحانی جسم کے ساتھ اس کے اور اس کے ربّ کے درمیان غیر محدود فاصلے ہیں۔ یعنی قرب ایک نسبتی چیز ہے اور اگر انسان قرب کی راہیں ابدی طور پر ہر آن طے کرتا چلا جائے تب بھی وہ خدا کے قرب کا آخری مقام حاصل نہیں کر سکتا جس کے اوپر کوئی اور مقام قرب نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بڑی ہی ارفع ہے۔ بلندی کے بعد بلندی انسان کو حاصل ہوتی رہتی ہے۔ اور خوش قسمت انسانوں کو حاصل ہوتی رہے گی۔ لیکن یہ فاصلے غیر محدود ہیں اور قرب کی غیر محدود راہیں کھولتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ کہ جس پر وہ نگاہ رضا ڈالتا ہے اس کو اس کی محبت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ مقام رضا ایسا ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں۔ پھر عاجزانہ دعائیں اس کی محبت میں اضافہ کرتی چلی جاتی ہیں اور مزید فضل اور بخشش کا اسے وارث قرار دیتی ہیں۔ پھر جب وہ مزید فضل اور بخشش کا وارث بنتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا پہلے سے بھی زیادہ شکر گزار بندہ بن جاتا ہے اور جب وہ پہلے سے زیادہ شکر گزار بندہ بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ پہلے سے بھی زیادہ اس سے محبت کا سلوک کرنے لگ جاتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ خدا مجھ سے پہلے سے بھی زیادہ محبت کا سلوک کر رہا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اور بھی زیادہ جھک جاتا ہے اور اس طرح ایک تسلسل قائم ہو جاتا ہے۔ اور ہر آن بندہ خدائے واسع کی صفت واسع کا مشاہدہ کرتا چلا جاتا ہے۔

پس فرمایا کہ مجاہدہ کرو پھر فرمایا کہ تم مجاہدہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اس صورت میں صرف امیدوار ہو سکتے ہو ہاں اگر تم بدیوں کو چھوڑ و نہیں اور نیکیوں کو اختیار نہ کرو تو پھر تم کس طرح امید رکھ سکتے

ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے رحمت کا سلوک کرے گا۔ لیکن اگر تم ایسا کر لو تو ابھی صرف یہ ایک امید ہے۔ ابھی واقع نہیں۔ جب تک اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو جائے تو یہ امید حقیقت بن جاتی ہے۔

مجاہدہ کے معنی کو جب ہم قرآن کریم کی دوسری آیات کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل باتوں کو جہاد یا مجاہدہ میں شامل کیا ہے۔ اور یہاں میری مراد مجاہدہ سے ''نیکیوں کا اختیار کرنا'' ہے۔ جو مجاہدہ کا ایک پہلو ہے۔ ''بدیوں کو چھوڑنا'' دوسرا پہلو ہے مگر میں اس وقت پہلے حصہ کے متعلق ہی بیان کر رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سورۂ انفال میں فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ (الانفال:۷۵)

اس آیت میں مجاہدہ کی مندرجہ ذیل قسمیں بیان کی گئی ہیں:۔

(۱) ایک مجاہدہ ہے جو ہجرت کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ ایک تو وہ بڑی ہجرت ہے جو نبی کریم ﷺ اور آپکے صحابہؓ نے کی اور ایک وقت آنے پر آپؐ نے فرمایا کہ اب اس قسم کی ہجرت نہیں رہی۔

پہلے آنحضرت ﷺ اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور خدا تعالیٰ کی توحید کے قیام کے لئے کوشش کرتے تھے۔ اور خدائے واحد کی صفات کو بلند آواز سے لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ پھر کچھ لوگ آپؐ کے ساتھ شامل ہوئے اور اہل مکہ نے اور ان لوگوں نے جو مکہ کے گرد رہنے والے تھے اتنے دکھ اور ایذائیں اس چھوٹے سے گروہ کو دیں کہ دنیا کے تختہ پر دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسا گروہ نہیں ہے کہ جس کو اتنا لمبا عرصہ اس قسم کی شدید تکالیف اور ایذاؤں میں سے گزرنا پڑا ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان ایک اور طرح سے لینا چاہا۔ وہ یوں کہ حکم دیا ہمیشہ کے لئے اپنے گھروں کو چھوڑ دو اور اپنے رشتہ داروں کو جو مسلمان نہیں ہیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ دو۔ اور اس ماحول کو بھی جس میں تم رہتے ہو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر دوسری جگہ (مدینہ) چلے جاؤ۔

چونکہ کچھ عرصہ بعد تک بھی حالات ویسے ہی رہے اس لئے یہ ہجرت قائم رہی لیکن اس کے بعد نبی

کریم ﷺ نے فرمایا کہ چونکہ اس قسم کی ہجرت کا ماحول اب نہیں رہا اس لئے اب اس قسم کی ہجرت بھی نہیں رہی مگر وہ ہجرت کا اطلاق تھا ایک خاص واقعہ ہجرت پر۔ ورنہ ہجرت اپنے عام معنی کے لحاظ سے قیامت تک کے لئے قائم ہے اس لئے قرآن کریم میں آتا ہے هَاجَرُوْا اور قرآن کریم کا کوئی لفظ بھی منسوخ نہیں ہوسکتا۔ تو فرماتا ہے کہ وہ لوگ خدا کی خاطر اپنوں کو اور اپنی املاک کو چھوڑتے ہیں (مثلاً آج کل کے زمانہ میں واقفین زندگی اپنے گھروں کو چھوڑ کر غیر ممالک میں چلے جاتے ہیں جہاں کے رواج بھی مختلف، جہاں کے حالات بھی مختلف جہاں کے کھانے بھی مختلف۔ پھر بڑی تنگی اور بڑی سختی کے دن وہاں گزارتے ہیں) یہ بھی مُهَاجِرٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یا مُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ہیں۔

(۲) دوسرے یہاں یہ فرمایا کہ وہ لوگ بھی مجاہد ہیں اَلَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا جو ان بھائیوں کو جو مظلومیت کی حالت میں ان کے پاس جاتے ہیں۔ اپنے گھروں میں جگہ دیتے ہیں۔ اور ان کی امداد کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی مجاہدہ میں شامل ہے۔

پس فرمایا کہ یہ دو قسمیں جو ہیں ایک ہجرت کرنے والوں کی اور دوسرے مہاجروں کو پناہ دینے والوں کی۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہ وہ مجاہد ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ اعلان کرتا ہے کہ یہ حقیقی مومن ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے مغفرت اور رزق کریم مہیا کرے گا۔

واقفین زندگی بھی تحریک جدید کے ایک مطالبہ کے تحت مانگے گئے تھے۔ اور یہ مطالبہ بھی ایک شکل ہے مجاہدہ کی۔ کیونکہ ہر وہ کام (جیسا کہ پہلی آیات سے واضح ہوتا ہے) جو خدا کی رضاء کی خاطر اور اس کے قرب کے حصول کے لئے کیا جائے۔ اور جس کے کرنے میں انسان اپنی پوری توجہ اور پوری قوت صرف کررہا ہے۔ اور اس سے جو کچھ بن آئے کر گزرے۔ اسے خدا تعالیٰ مجاہدہ کے نام سے پکارتا ہے۔

تو قرآن کریم کی ایک آیت بڑی وضاحت سے بتا رہی ہے کہ وقف زندگی بھی مجاہدہ کی ایک قسم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت ۲۷۴ میں فرمایا کہ ہمارے احکام کے مطابق عمل کر کے اُمت محمدیہ میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جنہیں دین کی خدمت میں لگایا گیا ہوگا۔ اور مشاغل دنیا سے انہیں روک دیا گیا ہوگا۔ (اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) تو بتایا کہ ان کو تمام ان مشاغل سے روک دیا جائے گا کہ جو سبیل اللہ کے مشاغل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضاء کی راہوں کے علاوہ دنیا کمانے اور دنیا کی

عزت حاصل کرنے کے تمام راستے ان پر بند کر دیئے جائیں گے۔

توجن لوگوں پر اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کا اطلاق ہوتا ہے وہ بھی مجاہدین ہیں۔ایک قسم کا مجاہدہ اور جہاد کرنے والے ہیں۔

اس آیت کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ لوگ جن پر دشمن ،مخالف ،منکر دنیا کی راہیں بند کر دیتا ہے۔ آئے دن ہمارے سامنے ایسی مثالیں آتی رہتی ہیں کہ بعض لوگ بعض احمدیوں کو صرف احمدیت کی وجہ سے نوکری نہیں دیتے یا امتحانوں میں اچھے نمبر نہیں دیتے کہ وہ ترقی نہ کر جائیں۔یا اگر تاجر ہیں تو ان کی تجارت میں روک ڈالتے ہیں۔اگر زمیندار ہیں تو طرح طرح سے ان کو تنگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔خصوصاً جہاں نئے احمدی ہوں اور تعداد میں بھی تھوڑے ہوں وہاں اس قسم کا سلوک اکثر کیا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں پر خدا کے لئے دنیا کی تمام راہیں اگر بند ہو جائیں تو قرآنی محاورہ کے مطابق وہ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کے گروہ میں شامل ہوتے ہیں۔

دوسری قسم مجاہدہ کی اِنْفَاق فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ہے۔جو آیات میں نے پڑھی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ دنیا میں نے تمہیں دی ہے۔چاہو تو دنیا کا ایک حصہ خرچ کر کے مجھے حاصل کر لو میری محبت کو پا لو اور اگر چاہو تو دنیا کے کیڑے بن کر میری لعنت ،میرے غضب اور میرے قہر کے مورد بن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انفاق پر بڑا زور دیا ہے انفاق فی سبیل اللہ کی کوئی حد بندی نہیں البتہ انفاق کی بعض قسموں کی حد بندیاں ہیں۔مثلاً زکوٰۃ ایک خاص شرح کے مطابق دی جاتی ہے لیکن عام صدقات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کوئی شرح مقرر نہیں فرمائی۔

اسی طرح اس کے علاوہ خدا تعالیٰ کے دین کی تقویت کے لئے حسب ضرورت جو اموال مانگے جائیں ان کے لئے کوئی شرح مقرر نہیں ہر آدمی پر فرض ہے کہ وہ اپنی ہمت کے مطابق اور حالات کی نزاکت کے مطابق خدا کی راہ میں اپنے مال کا جتنا حصہ وہ مناسب سمجھتا ہے خرچ کرے۔جیسا کہ ایک وقت میں نبی اکرم ﷺ نے جب یہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے دین کو تمہارے مالوں کی ضرورت ہے۔تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اندازہ لگایا کہ یہ موقع اتنا نازک ہے کہ میرا فرض ہے۔ کہ میں اپنا سارا مال لا کر نبی کریم ﷺ کے قدموں پر ڈال دوں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اندازہ

لگایا کہ اتنا نازک وقت تو نہیں۔ لیکن بہر حال اتنا نازک ضرور ہے کہ مجھے نصف مال خدا کی راہ میں دے دینا چاہئے۔

تو ہر شخص اپنی اپنی استطاعت اور قوت اور استعداد کے مطابق اور اپنے اپنے مقام ایمان کے مطابق اندازہ لگا کر ایسے موقعوں پر خدا کی راہ میں اپنے مال کو خرچ کرتا ہے۔ لیکن کوئی خاص حد بندی مقرر نہیں۔ جیسا کہ تحریک جدید کے چندوں کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے کوئی حد بندی مقرر نہیں کی۔ لیکن اس خواہش کا ضرور اظہار کیا ہے کہ ایک مہینہ کی آمد کا ۱/۵ سالانہ تم دیا کرو تا کہ سلسلہ کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔ بعض لوگ اب بھی اس سے زیادہ دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو ۱/۵ بھی نہیں دیتے ۱/۱۰ دیتے ہیں ۱/۱۵ دیتے ہیں ۱/۲۰ دیتے ہیں۔

مجاہدہ کی ایک شکل جو قرآن کریم سے ہمیں معلوم ہوتی ہے وہ قتال فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ہے۔ یعنی جب دشمن زور بازو سے اسلام کو مٹانا چاہے اور مادی ہتھیار لے کر اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کی کوشش کرے تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو باوجود اس کے کہ وہ اپنے دشمن کے مقابلہ میں بہت کمزور ہوتے ہیں، دفاع کی اجازت دیتا ہے۔ اور پھر حکم دیتا ہے کہ ضرور دفاع کرو۔

اور یہ حکم اس لئے دیتا ہے تا کہ کمزوروں کی کمزوری ظاہر ہو جائے۔ اگر صرف اجازت ہو تو بعض کہیں گے کہ سب کو لڑائی میں جانا تو ضروری نہیں ہے۔

اور پھر اس وقت اپنی زندہ طاقتوں اور زندہ قدرتوں کا ایک نمونہ دنیا کو دکھاتا ہے کہ دیکھو مومن تھوڑے بھی تھے، کمزور بھی تھے، غریب بھی تھے پھر ان کے پاس ہتھیار بھی نہیں تھے باوجود اس کے جب وہ ہمارے حکم پر لبیک کہتے ہوئے ہمارے اور اپنے دشمن کے مقابلہ پر آ گئے۔ تو انہیں فتح نصیب ہوئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی قدرتوں کا معجزانہ رنگ میں اظہار فرماتا ہے۔

اس کے علاوہ مجاہدہ کی ایک شکل ہمیں قرآن مجید سے یہ بھی معلوم ہوتی ہے۔ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃٌ (آل عمران:۱۵۸) یہاں صرف قتل کئے جانے کا ذکر ہے۔ ضروری نہیں کہ جنگ میں قتل ہو۔ اگر آپ تاریخ اسلام پر نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ مسلمان صرف میدان جنگ میں ہی شہید نہیں کئے گئے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ مجموعی طور پر ہزاروں لاکھوں

مسلمان ایسا ہے جسے میدان جنگ میں نہیں بلکہ امن کی حالت میں کافروں نے بڑی بے دردی کے ساتھ قتل کیا۔ جیسا کہ ہماری تاریخ میں صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ کو کابل میں پکڑا گیا۔ وہ بے گناہ، بے بس اور کمزور تھے۔ حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ حکومت نے خدا تعالیٰ کے فرمان کے خلاف، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لیتے ہوئے ان کو پکڑا اور قتل کر دیا۔ اور بڑی بے دردی سے قتل کیا۔

تو ایک شکل مجاہدہ یا جہاد فی سبیل اللہ کی یہ ہے کہ انسان ایسے وقت میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے اور کمزوری نہیں دکھاتا۔ صداقت سے منہ نہیں موڑتا۔ دشمن کہتے ہیں کہ تم توبہ کرلو تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے وہ کہتا ہے کہ کس چیز سے توبہ؟؟ توبہ کر کے حق کو چھوڑ دوں!! صداقت سے منہ پھیروں!!! اور باطل کی طرف آ جاؤں!!!! ایسا مجھ سے نہیں ہوسکتا!! مرنا آج بھی ہے اور کل بھی۔ تمہارا جی چاہتا ہے تو مار دو۔ لیکن میں صداقت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پانچویں شکل مجاہدہ کی جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے وہ ہجرت فی سبیل اللہ ہے۔ اس کی تفصیل کو میں اس وقت چھوڑتا ہوں۔ چھٹی شکل اللہ تعالیٰ نے جو مجاہدہ فی سبیل کی بتائی ہے وہ ہے خدا کے دین کی خاطر اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے انسان سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرے۔

سفر میں بہر حال ویسا آرام نہیں مل سکتا جیسا کہ اپنے گھر میں ملتا ہے۔ بعض لوگ سفر سے گھبراتے ہیں۔ بعض لوگ بار بار سفر کرنے سے گھبراتے ہیں۔ تو ہمارے مربی، معلم اور انسپکٹر صاحبان کو جو سال کے چھ سات ماہ سفر میں رہتے ہیں خوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی اپنی راہ میں مجاہدہ قرار دیا ہے۔ اور اس کی جو برکات ایک مجاہد پر نازل ہوتی ہیں یہ لوگ بھی اس کے وارث ہیں۔ جیسا کہ فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (النساء:۹۵) اگرچہ اس آیت میں اپنی کانٹیکسٹ (Context) کے لحاظ سے یعنی اس مضمون کے لحاظ سے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ یہ سفر جنگ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ لیکن جنگ کرنے کا ثواب علیحدہ ہے۔ اور اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کا ثواب علیحدہ یہاں بتایا گیا ہے۔ اسی طرح اِنْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (التوبہ:۳۸) ہے۔ تو بہت دفعہ خدا کی راہ میں سفر کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً وقف عارضی میں وقف کرنے والوں کو میں نے یہی کہا تھا کہ تم بتاؤ کہ تم کتنا سفر کر سکتے ہو؟ اس کے جواب میں بعض دوستوں نے لکھا کہ ہم اپنے خرچ پر پندرہ بیس

میل سفر کر سکتے ہیں بعض نے لکھا کہ ہم پچاس ساٹھ میل سفر کر سکتے ہیں۔ بعض نے لکھا کہ ہم سَو ڈیڑھ سَو میل سفر کر سکتے ہیں۔ بعض نے لکھا کہ سارے پاکستان میں جہاں آپ کی مرضی ہو بھجوا دیں۔ ہم سفر کرنے کے لئے تیار ہیں تو ایسے مومن بھی مجاہدین میں شامل ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کی راہ میں سفر کرنے کو بھی اللہ تعالیٰ نے مجاہدہ کی ایک قسم قرار دیا ہے۔

ساتویں اور مجاھدہ کی سب سے اہم قسم جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (الفرقان: ۵۳) میں بیان کی گئی ہے۔ یعنی قرآن کریم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے دین کی راہوں میں جہاد کرنا اور اصولی طور پر یہ جہاد دو شکلوں میں کیا جاتا ہے۔

ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اتنے زبردست اور اتنی کثرت سے دلائل جمع کر دیئے ہیں کہ دنیا کا کوئی باطل عقیدہ خواہ کسی مذہب سے ہی تعلق کیوں نہ رکھتا ہو ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔

تو عقائد باطلہ کا (خواہ وہ عقائد باطلہ عیسائیوں کے ہوں یا آریوں کے یا سکھوں کے یا دہریوں کے یا دوسرے بد مذاہب کے ہوں) دلائل حقّہ کے ساتھ مقابلہ کرنا بھی ایک زبردست جہاد ہے جس کے نتیجہ میں اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو انسان اس کی رحمتوں کا وارث بنتا ہے۔

اور دوسرے جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (الفرقان: ۵۳) تعلیم قرآن کو عام کرنے سے یہ جہاد کیا جاتا ہے کیونکہ مومنوں کی جماعت میں علوم قرآنیہ کو ترویج دینا۔ ان کے دلوں میں قرآن کریم کی محبت پیدا کرنا اور ان کو اس حق الیقین پر قائم کرنا کہ قرآن کریم بڑی برکتوں والی عظیم کتاب ہے اس سے جتنا پیار ہو سکتا ہے کرو۔ اس سے جتنی محبت تم کر سکتے ہو کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے زیادہ سے زیادہ وارث بنو۔ تو یہ بھی ایک مجاہدہ ہے اور اسی مجاہدہ اور جہاد کی طرف اس وقت میں بار بار جماعت کے دوستوں کو متوجہ کر رہا ہوں۔

غرض مختلف اقسام جہاد یا مجاہدہ جن کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے اگر آپ ان کو سامنے رکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ تحریک جدید کے تمام مطالبات کا ان میں سے کسی نہ کسی کے ساتھ ضرور تعلق ہے۔ یہ بڑا لمبا، گہرا اور وسیع مضمون ہے۔ اگر ضرورت ہوئی اور خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو شاید میں کسی وقت اس پر بھی روشنی ڈالوں گا۔ اس وقت میں صرف ایک چیز کو لینا چاہتا ہوں اور وہ ہے انفاق فی سبیل اللہ یعنی مالی

قربانی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی رضاء کو حاصل کرنے کی کوشش اور اس کی رحمت کے حصول کی امید اس دعا کے ساتھ کہ وہ اپنا فضل ہمارے شامل حال کرے اور حقیقتاً اور واقعہ میں ہم اس کی رحمتوں کے وارث بنیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی یہ خواہش تھی اور آپ نے اپنے خطبہ میں اس کا اظہار بھی کیا ہے کہ دفتر دوم کی وصولی پانچ لاکھ تک پہنچ جانی چاہئے۔ لیکن اس وقت تک کہ دفتر دوم پر بائیس سال گزر چکے ہیں سال رواں میں اس کے وعدے صرف دو لاکھ نوے ہزار تک پہنچے ہیں۔ یعنی اگر دو لاکھ دس ہزار مزید وعدے ہوں تب ہم حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خواہش کو پورا کرنے والے ہوں گے۔

سو اس وقت بڑا بوجھ دفتر دوم پر ہے کیونکہ اس میں جب دینے والے لوگ ابھی اتنے بوڑھے نہیں ہوئے۔ جتنے بوڑھے دفتر اوّل کے مجاہد ہو چکے ہیں۔ دفتر اوّل کے مجاہدین میں سے بہت سے تو اپنے رب کو پیارے ہو گئے۔ عمر کے ساتھ موت وفوت بھی لگی ہوئی ہے۔ کسی نے ابدی طور پر اس دنیا میں نہیں رہنا ہے۔

پس کچھ دوست تو ان میں سے فوت ہو گئے کچھ ریٹائر ہو گئے۔ کچھ دوسرے پیشہ وروں کی آمدنی میں معمر ہونے کی وجہ سے کمی ہو گئی۔ مثلاً ڈاکٹر ہیں وکیل ہیں۔ ان کی عمر جب ایک حد سے گزر جائے تو وہ پورا کام نہیں کر سکتے۔ ان کا جسم اور دماغ آرام چاہتا ہے۔ اس سے ان کی آمد میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اور کچھ اس لئے بھی کہ اس عمر میں ان کے بچے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی امداد کے قابل ہو جاتے ہیں۔ ان کو خیال ہوتا ہے۔ کہ ہماری ضرورتیں تو پوری ہو رہی ہیں۔ ہم زیادہ کیوں کمائیں اور کمائی کے مطابق ہی انہوں نے چندے ادا کرنے ہیں۔

تو دفتر اوّل وہ ہے جو آہستہ آہستہ ہماری نظروں کے سامنے دھندلا ہوتا چلا جا رہا ہے اور ایک وقت میں ہمارے سامنے سے یہ غائب ہو جائے گا۔

دفتر دوم وہ ہے کہ جو اس وقت مالی بوجھ کا بڑا حصہ اور دوسرے بوجھوں کا بڑا حصہ بھی اٹھا رہا ہے۔ پس دفتر دوم کے مجاہدین کو بہت چست ہونے کی ضرورت ہے اور اگر ہمارے یہ بھائی اور دوست تھوڑی سی ہمت کریں تھوڑی سی کوشش کریں ذرا سی مزید توجہ دیں۔ تو یہ بعید نہیں کہ وہ اس رقم کو پورا کر سکیں۔ جس کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے۔

ہم نے غور کیا ہے اور سوچا ہے کہ تھوڑی سی مزید ہمت اور توجہ سے اس دفتر کے مجاہدین اپنے چندوں کو پانچ لاکھ تک پہنچا سکتے ہیں۔ مثلاً حضور (رضی اللہ عنہ) کی خواہش تھی کہ تحریک جدید میں ماہوار آمد کا ۵/۱ دیا جائے۔ اگر دفتر دوم کے مجاہد حضورؓ کی اس خواہش کو پورا کر دیں تو ہمارا اندازہ ہے کہ رقم پانچ لاکھ تک پہنچ جائے گا۔

سال رواں میں دفتر سوم کا بھی اجراء ہوا ہے یہ کچھ لیٹ ہو گیا ہے۔ کیونکہ ایک جگہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اظہار بھی کیا ہے کہ ہر دس سال کے بعد ایک دفتر کھلتا رہے تا کہ آنے والے جانے والوں کی جگہ کو پر کرتے رہیں۔ پس دفتر سوم کے اجراء میں تاخیر ہو گئی ہے اور دس سال کی بجائے اکیس سال بعد دفتر سوم کا اجراء ہوا ہے۔ وہ بھی اس وقت جبکہ سال کا نصف حصہ غالباً گزر چکا تھا۔ سو اس وقت تک دفتر سوم کے سال اوّل کے وعدے ۱۸ ہزار روپے کے آئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات میں جب کہ اعلان بھی دیر کے بعد ہوا اور اس دفتر کے بہت سے لوگ پہلے ہی دفتر دوم میں شامل ہو چکے تھے ۱۸ ہزار دفتر سوم کی پوری رقم نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ احمدی دوست جن کا تعلق دفتر سوم کے ساتھ ہے۔ اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دیں تو آئندہ سال یعنی اپنی عمر کے دوسرے سال، دفتر سوم کے وعدے کم از کم ایک لاکھ تک ہونے چاہئیں اور یہ کوئی مشکل امر نہیں کیونکہ اس کے لئے بھی ہم نے اندازہ لگایا ہے کہ اگر ایسے دوست اس طرف متوجہ ہوں جو دفتر سوم میں آتے ہیں۔ ان کے وعدے آسانی سے ایک لاکھ تک پہنچ سکتے ہیں۔

ویسے تو اللہ تعالیٰ نے جماعت کو قربانی کی بڑی توفیق عطا کی ہے اور اس کو وہ قبول بھی فرماتا ہے۔ اور جب وہ قبول بھی فرماتا ہے۔ تو هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرہ: ۳) کی روشنی میں مزید ہدایت اور ہدایت کے ارفع تر مقام کی طرف انہیں لے جاتا ہے اور مزید قربانیاں دینے کا جذبہ اور شوق ان میں پیدا ہوتا ہے۔

تحریک جدید کے پہلے سال جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی سکیم مختلف خطبات میں دوستوں کے سامنے رکھی۔ تو آپ نے اس کے لئے چندہ کا اندازہ ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ جماعت کو بتایا۔ لیکن اس کے مقابلہ میں اس سکیم کو چلانے کے لئے جماعت نے اٹھانوے ہزار روپیہ (دو ہزار کم ایک لاکھ) حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔

پچھلے سال ہماری مستورات نے تحریک جدید کا چندہ نہیں بلکہ تحریک جدید کی ایک شق کا چندہ (یعنی مسجد ڈنمارک کا چندہ) تین لاکھ چھ ہزار روپیہ نقد جمع کر دیا۔ اس طرح یہ چندہ تحریک جدید کے پہلے سال کے چندہ سے تین گنا زیادہ جمع ہوا۔ حالانکہ یہ چندہ صرف ہماری بہنوں نے جمع کیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰالِکَ۔ گویا تحریک جدید کے پہلے سال میں ساری جماعت مردوں، عورتوں اور بچوں نے مل کر بھی ایک لاکھ کی رقم پوری نہ کی تھی۔ (دو ہزار کم تھے) اور گذشتہ سال ڈنمارک کی مسجد کے لئے صرف ہماری بہنوں نے تین لاکھ چھ ہزار کی رقم جمع کر دی تو جب انسان خدا کی راہ میں قربانی دیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اسے قبول کر لیتا ہے۔ تو اسے مزید قربانی کی توفیق بخشتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندہ کو دس روپیہ انعام دیتا ہے اور وہ اس دس روپیہ میں سے کچھ اس کی راہ میں قربان کر دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ اس کو مزید توفیق بخشتا ہے۔ تا وہ ہدایت کے راستوں پر اور آگے بڑھے۔ پھر وہ اور آگے بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دس روپے کی بجائے ایک ہزار روپے انعام دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میرا بندہ ایک ہزار روپیہ لینے کے لئے تو پیدا نہیں کیا گیا یہ تو ایسے انعام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کہ دنیا کی عقل اس کا اندازہ نہیں کر سکتی۔ کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا، کسی زبان نے نہیں چکھا، کسی کے خیال میں بھی یہ انعامی چیزیں نہیں گزرتیں۔ اس لئے میں اسے اور آگے بڑھنے کی توفیق دیتا ہوں۔ پھر وہ بڑی بشاشت سے اور زیادہ قربانی خدا کی راہ میں پیش کرتا ہے تو خدا تعالیٰ ایک ہزار کی بجائے ایک لاکھ روپیہ اسے انعام دیتا ہے۔ پھر ایک کروڑ پھر ارب۔ یہ گنتی ختم ہونے والی نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے انعام ختم ہونے والے نہیں۔

اس طرح وہ بندہ انعام پر انعام حاصل کئے جاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے توفیق پر توفیق پاتا چلا جاتا ہے۔ مزید مجاہدہ اور مزید قربانی کرنے کی۔ تب اسے سمجھ آتی ہے کہ دنیا کیا اور دنیا کی لذتیں اور آرام کیا اگر ایسے انعام جو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل رہے ہیں ملتے چلے جائیں تو میں اپنی ہر چیز، اپنے گھر بار، اولاد اور رشتے دار قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں تا کہ مجھے وہ کچھ ملے جو ان تمام چیزوں اور تعلقات سے کہیں زیادہ احسن اور لذت والا ہے۔ یہی لذت جو مجھے مل چکی ہے میرے تخیل سے باہر ہے جو اور مزید ملے گا پھر وہ کتنا شاندار ہو گا تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ ہر سال جماعت کو پہلے سے زیادہ

قربانیوں کی توفیق دیتا چلا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے اس فضل کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو بلکہ خدا تعالیٰ کے شاکر بندے بننے کی کوشش کرو تا اس شکر کے نتیجہ میں مزید قربانیوں کی توفیق پا کر مزید فضلوں کے وارث بنتے چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرے خطبہ میں فرمایا گو مجھے سخت کمزوری ہے لیکن کام نہ کرنا میرے جیسے آدمی کے لئے عذاب ہے۔ کہ آپ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ بیماری کے دنوں میں بھی (جب مجھے سخت گھبراہٹ ہوتی تھی اس خیال سے کہ میں کام نہیں کر رہا) مجھے سات آٹھ گھنٹے کام کرنا پڑتا تھا کیونکہ سات آٹھ گھنٹے کام کرنے سے طبیعت سیر نہیں ہوتی۔ اگر آدمی خدا تعالیٰ کے لئے چودہ پندرہ گھنٹے کام کرے تو پھر کچھ طبیعت میں سیری محسوس ہوتی ہے لیکن بیماری کی وجہ سے آدمی اتنا کام نہیں کر سکتا تو یہ بھی میرے لئے ایک قسم کا ابتلاء ہے اس لئے میں یہ امید کرتا ہوں کہ آپ دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت سے کام کرنے کی توفیق عطا کرے تا کہ اپنی طبیعت بھی سیر ہو جائے اور خدا تعالیٰ بھی خوش ہو جائے کیونکہ خالی اپنی طبیعت کا سیر ہو جانا بے معنی ہے اگر اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی وہ رضا حاصل نہ ہو جس کے حصول کی انسان خواہش رکھتا اور کوشش کرتا ہے ایک جنازہ ہے وہ میں مغرب کے بعد پڑھاؤں گا۔ میں اس بھائی سے (جو جنازہ لایا ہے) معذرت چاہتا ہوں۔ کیونکہ اگر اب جنازہ پڑھا گیا تو ہماری بہنوں کا راستہ رک جائے گا اور پھر اجتماع میں بھی دیر ہو جائے گی۔ تو اس جنازے کو کسی ٹھنڈی جگہ محفوظ کریں۔ انشاء اللہ مغرب کی نماز کے بعد جنازہ پڑھا دوں گا۔ (مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ یکم دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۷)

☆......☆......☆